Advance Social Science Archive Journal
Available Online: https://assajournal.com
Vol.3 No.1,January-March,2025.Page No.1841-1849
Print ISSN: 30062497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

CONTEMPORARY ERA AND INTERPRETATIONS OF MARATAB-UL- YAQEEN: A CRITICAL AND INTELLECTUAL REVIEW OF MAKTOOBAT-E- IMAM RABBANI

عصر حاضر اور توجیہاتِ مراتب الیقین: مکتوباتِ امام ربانی کا تخصیصی و فکری جائزہ

Ayesha Ramzan	Lecturer, The University of Faisalabad
	.Email: ayesharamzan.IAS@tuf.edu.pk
Dr. Ammara Rehman	Assistant Professor, The University of Faisalabad
	Email: hod.ias.ew@tuf.edu.pk

ABSTRACT

It is certain that nothing in the world can be possible without God's will and restraint. A Muslim man's coming into the world and believing in all the basics that God has commanded is enough for him to be called a Muslim literally, but in reality there is a belief required of that Muslim, a belief in which in the hidden chambers of the heart it is necessary to confess that he is a believer That every corner of it, every window cannot move without the permission of The Almighty, and if God permits, no power in the world can stop it from happening, whether it is to make a way through the sea or to bring it out of the belly of a fish.If the number of believers is less than the Muslims in the modern period, then The reason for this is also the lack of this belief, after the Companions, the Auliyas and The Sufis are the only persons who have recorded the vast literature on it.The teachings of Imam Rabbani Mujaddid Alf Thani (RA) hold a significant place in Islamic spirituality and mysticism. His Maktubat (letters) provide a detailed and profound explanation of the stages of certainty (Maratib al-Yaqeen), which deserve special attention in the contemporary era. This research aims to analyze Imam Rabbani's interpretations in the context of modern intellectual and scientific thought, examining how his classification of certainty—Ilm al-Yaqeen (knowledge-based certainty), Ain al-Yaqeen (vision-based certainty), and Haq al-Yaqeen (experiential certainty)—aligns with contemporary rational and scientific paradigms.Through a specialized study of Maktubat-e-Imam Rabbani, this research seeks to explore how the stages of certainty influence human intellect, spirituality, and experience. Furthermore, it discusses the relevance and practical application of Imam Rabbani's insights in addressing the intellectual challenges of today's world, including materialism and the scientific revolution. The findings of this study suggest that the explanations of the stages of certainty presented in the Maktubat are not only intellectually comprehensible in the modern era but also provide essential guidance for spiritual stability and clarity of thought.

Key Words: Maratb ul Yaqeen, Hazrat Mujadad Alaf Sani, Contemporary needs.

تعارف:

علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین در حقیقت یقین کی وہ منزلیں اور وہ مراتب ہیں کہ جن کا محض ادراک قلبِ حزیں کے لیے تسکین کا کام دیتا ہے اور ان کا جان لینا، ان کی حقیقت تک آشنائی حاصل کر لینا نہ صرف اعمال کی دنیا کو ایک نئی راہ فراہم کرتا ہے، بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ یہ مراتب الیقین ہی ہیں کہ جن کے ذریعے سے یہ فہم حاصل ہوتا ہے کہ دراصل عمل کرنا کونسا ہے اور عمل کرنے کا مقصد کیا ہے؟ یعنی یقین کے رستے پر چلتے ہوئے جب حق الیقین کی راہ ملے گی تو معلوم ہو گا کہ عمل تو محض ایک پردہ تھا جو کہ رب العالمین نے بندے اور اپنے درمیان حائل کیا ہے، مقصد تو کوئی پوشیدہ چیز ہے، جنت تو صرف ایک ظاہری تحفہ ہے، مطلوب تو کچھ اور ہی ہے، در حقیقت یہ کہیں اور ہے ہم اسے جنت میں تلاش کر رہے ہیں۔

ذہن پر اسرار سے شک کو نکال کر قلب و ذہن کو کسی واضح مقام و منزل کی طرف لے آنا اور اسے ایسے مقام پر فائز کر لینا کہ ڈگمگانے کا سوال تک نہ ہو، خیالات کی وادیاں منتشر نہ ہوں اور نہ ہی قلب میں کسی بھی حوالے سے ارادوں کو غیر متزلزل پایا جائے در حقیقت یقین ہے۔

یہ یقین بھی خدائے لم یزل کی بڑی گہری معرفت اور رب کائنات کا بڑا سرّ ہے کہ جس تک رسائی ہر ناقص کے لیے ممکن نہیں ہے، عقلِ انسانی، قلب یہ سب اس وقت تک اپنے نقائص مین محو رہیں گے کہ جب تک ان کی آبیاری نہ ہو، جب تک ان کی تعلیم و تربیت کا سامان نہ ہو، ان کی غذا ان تک نہ پہنچائی جائے۔

وہ یقین کہ جس کی حدِ آخری تک ہماری رسائی در حقیقت خرد کی غذا اور قلب کی فروانی ہے۔ کاوشِ انسانی تگ و دو کرنے کی آخری حد تک پہنچ جاتی ہے تو پھر جا کر یقین کا ایک سرا پکڑ پاتی ہے کہ جو اس کی علم الیقین تک رسائی میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ جو محض اس چیز کا ادراک کروانے میں کامیاب ہوتی ہے کہ ایک خدا ہے اس کو تسلیم کرنا ہے کسی ہستی کا وجود بہر حال ہے، یہ کاوش یوں مزید دم پکڑتے جب مزید وسعت اختیار کر لیتی ہے تو ایک درگہ یقین کا اسے میسر آتا ہے جسے عین الیقین کہتے ہیں کہ جس میں خدا کی قدرتوں کے ذریعے سے در حقیقت خدا کا ظہور محسوس ہوتا ہے۔

کوشش کرنے والا جب اس کوشش میں اپنی ذات کو فنا کر لیتا ہے، اس کی اپنی ذات ختم ہو جاتی ہے، اس کے وجو کا محض نشان باقی رہ جاتا ہے تو پھر اسے یقین کا ایک انتہائی اور وری الوریٰ رتبہ میسر آتا ہے کہ جسے حق الیقین کہا جاتا ہے لیکن یہ امر قابلِ غور ہے کہ جب بندہ پہلے دو مراتب سے گزر جاتا ہے، اس میں اپنی کاوشوں، لغزشوں سے زخم کھا کر نیز مشکلات کے کثیر انبوہ سے نہیں گھبراتا تو پھر ذاتِ ربانی خود اسے یقین کے اس مرتبے تک لے کر آتی ہے، یعنی حق الیقین کسبی نہیں بلکہ توفیقی ہے۔ دقیق مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ یہ رتبہ نسبت، عمل و کردار سے نیز منازلِ فنا کو حاصل کرنے کے بعد میسر آتا ہے۔

یہی وہ یقین کا کامل مرتبہ ہے صوفیا و اولیاء کو جس تک کامل رسائی ملی اور پھر جن کو رسائی خدا دے اور جو خدا کے لیے خود کو مٹا دیں تو بطریقِ ربانی ان کا چرچا رہتی دنیا تک قائم رہتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کہ جن کو تجدیدِ دین کی لیے چن لیا گیا، آپ کی شخصیت میں واضح طور پر حق الیقین کے جلوے نمایاں ہوتے نظر آتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر میں نہ صرف دین کی تجدید کہ بلکہ باطن کی تجدید بھی کروائی، مسلمانوں کے نفوس کی بھی تجدید کی۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات میں واضح طور پر انسان کو لامحالہ ایسے حقائق سے آشنائی میسر آتی ہے، ان اسرار سے حجابات چاک ہوتے نظر آتے ہیں کہ جس سے کہ اگر ان کو قلبی بصیرت سے اگر جانچا جائے تو روح کو صرف اس کی غذا ملتی ہے بلکہ قلبِ جاوداں کو یقین کے رستے کی جانب چلنے کی واضح شمع میسر آتی ہے کہ پھر جس سے یہ دنیا شیشے کے اس ٹوٹے ہوئے ٹکڑے کی مانند محسوس ہوتی ہے کہ جو ہمارے کھانے میں شامل ہے اور جس سے ہم یوں محو ہو کر مظوظ ہو رہے ہیں کہ یہ ہمارے اندر سے ہمیں کاٹ رہا ہے، ہمارے اپنے رب سے تعلق کو توڑ رہا ہے اور ہم اس سے نکل نہیں پا رہے اور یوں کٹتے کٹتے جہاں مارنا نفس کو تھا ہم روح کا خاتمہ کر رہے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اس سب سے نکلنا کیسے ہے یہ درجات اور مراتب کہ جن تک رسائی ہی اس سب سے نکلنے کا اگر ذریعہ ہیں تو یہ کسے ملنے ہیں، کن رستوں پر چلنے سے ملتے ہیں اور ان کو جان لینے کا مقصد کیا ہے؟ ان سب سے قبل ہم مختصراً ان مراتب کی تفہیم حاصل کرتے ہیں کہ جس سے نہ صرف ان اصطلاحاتِ تصوف اور درجاتِ باطنیہ کا احاطہ کریں گے بلکہ اس سے ان کے بلاغی پہلو بھی واضح ہوں گے، کہ قرآن و حدیث میں ان کا ذکر کن الفاظ سے آیا ہے نیز صوفیا خصوصاً امامِ ربانی نے پھر ان کی تشریح کن الفاظ میں فرمائی ہے۔ اور اس حوالے سے ان مراتب کی وضاحت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے کس طرح سے کی ہے اس سب کا دقیق مطالعہ ہے بعد جائزہ پیشِ نظر ہے۔

تعارف حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ:

سلسلۂ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ نیز برصغیر پاک وہند میں تجدیدِ دین کے مدعی اور تسخیرِ قلوب کی کنجی اور اس کے مأخذِ اوّل حضرت مجددالف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا اسمِ مبارک احمد، کنیت ابوالبرکات اور وجہِ شہرت نیز عرفِ عام مجدد ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۵جون ۱۵۶۴ء بروز جمعہ [1] بمطابق ۱۶شوال ۹۱۱ھ کو ہوئی[2]۔

آپ کی شخصیت کا نادر ہونا اس چیز کو واضح کرتا ہے کہ آپ کی ذاتِ مبارک سے منسلک لوگ اور جن سے آپ منسلک ہیں یقیناً صاحبِ گفتار، کردار اور بصیرت کی انتہاؤں پر فائز ہوں گے، یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے والدِ محترم شیخ عبدالاحد اپنے دور کے بلند پایا عالم ہیں۔ آپ نے ابتدائی علوم کا اکتسابِ فیض اپنے والدِ محترم سے ہی حاصل کیا۔

سلسلۂ چشتیہ اور قادریہ کے حوالے سے آپ کی نسبت اپنے والد محترم شیخ عبدالاحد سے ہے جبکہ سلسلۂ نقشبندیہ میں آپ نے اکتسابِ فیض عظیم روحانی پیشوا حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔ آپ حافظِ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ، حدیث، فقہ، منطق، فلسفہ، علم الکلام، سیاسیات اور اصولِ فقہ و حدیث میں بھی یدِ طولیٰ رکھتے ہیں[3]۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات کے بالکل اوائل کے عرصہ میں ہی کتب کے حاشیے تحریر کرنا شروع کر دیے کہ جن سے یوں سمجھیے کہ تجدیدِ دین کا باقاعدہ آغاز ایک نئی جہت سے ہوا۔ برصغیر میں سیاسی بدعنوانی، غیر اسلامی دفعات اور قوانین نیز الحاد کی جو فضا نظر آتی ہے وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اور نہ صرف تعلیمات ہی بلکہ میدانِ عمل میں آپ کی شمولیت سے ریزہ ریزہ ہوئی دکھائی دیتی ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اکبر کے دینِ الٰہی کی جو سرکوبی کی اور مسلمانوں کے بتوں کا جو خاتمہ کیا جو کہ ان کے عقائد، اعمال اور افعال سے وجود میں آئے تھے اس کی نظیر نہیں ملتی۔

مشہور محقق پروفیسر عزیز احمد رقمطراز ہیں کہ:

> "اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی نگارشات اور آپ کے اثرات نے ہندوستان میں اسلام کے الحاد کو روکا، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مذہب کی حرکیت اور تصوف کی باطنی قوت کو دوبارہ مجتمع کیا، اسلامی ادب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات نہایت ہی نمایاں اور ممتاز ہیں"[4]

تعارف مکتوباتِ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ:

صوفی ادب اور معرفت و سلوک کے اسرار و رموز کے فہم و ادراک کے حوالے سے مکتوباتِ امام ربانی کا شمار ان چند ادبی اصناف میں ہوتا ہے کہ جن کی نظیر نہیں ملتی۔ شریعت کے دقائق کی وضاحت ہو کہ طریقت کے رموز سے آگہی یا مقامِ خودی کی شناخت ہو، ہر حوالے سے مکتوباتِ امام ربانی کا مطالعہ ہر طرح سے حق شناس شخص کو صداقت کے قریب ترین کرتا ہے نیز ذہن کے دریچوں کو وہ اوج بخشتا ہے کہ جس کے ذریعے حقانیت و یقین تک رسائی ناقابلِ فراموش ہو جاتی ہے۔

آپ کے مکتوبات ۳جلدوں پر مشتمل ہیں، پہلا مکتوب "دارالمعرفت" کے نام سے مشہور ہوا، اس میں مکاتیب کی تعداد 313 ہے کہ جس کی نسبت اصحابِ بدر سے اور اس مجموعۂ معرفت کو آپ کے مریدِ خاص خواجہ یار محمد جدید بدخشی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۲۵ھ میں مدون کیا۔ دوسری جلد "نورالخلائق" کے نام سے موسوم ہوا، اس میں خطوط کے تعداد ۹۹ ہے کہ جن کی نسبت اسماء الحسنیٰ سے ہے اور اسے ابن خواجہ چاکر حصاری رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کیا۔ اور تیسری جلد "معرفتِ خلائق" سے معروف ہوئی نیز اس میں مکاتیب کی تعداد ۱۱۴ہے اور اس کی نسبت سورۂ مبارکہ کی تعداد کی نسبت سے ہے، اسے بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مریدِ خاص خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ نے مدون کیا[5]۔

---

[1] محمد زبیر، ڈاکٹر، مکتوباتِ امام ربانی کا تاریخی و تحقیقی جائزہ، الشفا الا اسلامیہ، جنوری تا جون، ۲۰۱۹ء، ج:۲، شمارہ:۴۱

[2] محمد داؤد پسروری، علامہ، سیرتِ امام ربانی ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۰۹ھ، صفحہ:۲۷

[3] محمد زبیر، ڈاکٹر، مکتوباتِ امام ربانی کا تاریخی و تحقیقی جائزہ، الشفا الا اسلامیہ، جنوری تا جون، ۲۰۱۹ء، ج:۲، شمارہ:۴۱

[4] محمد عبدالحکیم خان، تجلیاتِ امام ربانی، مکتبۂ نبویہ، لاہور، ۲۰۰۹ء، صفحہ:۳۰

[5] محمد زبیر، ڈاکٹر، مکتوباتِ امام ربانی کا تاریخی و تحقیقی جائزہ، الشفا الا اسلامیہ، جنوری تا جون، ۲۰۱۹ء، ج:۲، شمارہ:۴۱

مکتوباتِ امام ربانی کے حوالے سے ایک چیز قابلِ غور ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مکاتیب کے ذریعے سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات پر جس طرح سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو تکالیف کا سامنا کرنا پڑا اس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حق کے لیے جدوجہد نیز اسلام کے لیے آپ کی شخصیت کے بانک پن کی وضاحت ہوتی ہے۔

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ فنافی اللہ کے مقام پر کھڑی ہستیاں جب بھی محبتِ الٰہی کی بات کرتی رہی ہیں ان کو مشکلات نے گلے لگایا ہے، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ آپ لکھتے ہیں کہ:

"محبت دل کی پریشانی کا نام ہے، جو محبوب کی محبت سے ہاتھ اتی ہے اور دنیا اس شخص پر جس کے دل میں محبت کا کھٹکا ہے ایک انگوٹھی کے حلقے کی طرح تنگ ہو جاتی ہے اور ماتم زدہ لوگوں کی مجلس کی طرح اس کا حال تباہ ہو جاتا ہے گویا تمام دنیا کے غم ایک جگہ اکھٹے ہو گئے اور اس کا نام "عشق" رکھ دیا گیا"[6]

برصغیر پاک و ہند میں جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حاکمینِ وقت کے خلاف آعاز بلند کی اور بہت سے ان اعتقادات کی نفی کی کہ جو اس وقت کے نام نہاد علما کا طرہ امتیاز بھی ٹھری تھی تو تمام حاکمین نیز علمائے روافض نے مل کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف اور آپ کی آواز کو دبانے کی کاوشیں شروع کیں اور اس سلسلے مین انہوں نے سہارا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کا لیا۔

انہوں نے آپ کے مکتوبات میں بہت سی ایسی چیزیں شامل کیں جو در حقیقت اس کا حصہ نہیں تھیں، جیسا کہ روافض نے مکتوبات میں ایک جملہ اس طرح ترتیب دیا کہ جس سے واضح ہو رہا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خود کو نعوذ باللہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے معتبر جانا ہے[7]۔

اس طرح کے ناپاک عظائم کے ذریعے سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات سے کہ جو در حقیقت معرفت کا خزینہ ہیں ان کی لوگوں کے دلوں میں ایک عجیب منظر کشی کی گئی لیکن حق بہر حال حق ہوتا ہے اور جو معرفتِ ربانی کا کام کرے تو کوئی اس کے خلاف کھڑا نہیں ہو سکتا یہی وجہ ہے کہ قید و بند کی صعوبتوں کے باوجود اور ہر طرح کی ہرزہ سرائی کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات آج بھی معرفت کا بیش بہا خزانہ ہیں۔

نیز تلاشِ حق کے راستے پر چلنے والوں کے لیے یقیناً ایک شمع روشن کا کام دیتے ہیں۔

مراتب الیقین کی توجیحات مکتوباتِ امام ربانی کے آئینے میں:

یقین سے مراد کسی شے پر کسی ذات پر ایسا پختہ اعتماد کا ہو جانا کہ اس کے بعد شک کی قطعاً کوئی گنجائش نہ رہے۔ اور شک کیا ہے؟ یہ در حقیقت کسی شے اور ذات کے حوالے سے رویہ تذبذب ہے یعنی کسی چیز کی جب آپ نہ توثیق کر پائیں اور نہ تکذیب تو یہ کیفیت در حقیقت شک کی کیفیت ہے[8]۔ لہٰذا دل کا ہر طرح کے وساوس و شکوک سے نکل جانا اور معرفت کی بلندیوں تک پہنچ جانا در حقیقت "یقین" ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَ اعۡبُدۡ رَبَّکَ حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ﴾[9]

"اور اپنے پروردگار کی عبادت کئے جاؤ یہاں تک کہ (یقین) تمہاری موت کا وقت آجائے"

یعنی موت ایسی چیز ہے کہ جس کے متعلق کوئی دو رائے قطعی طور پر نہیں ہوتی لہٰذا لفظ یقین کی اس سے وضاحت ہوتی ہے کہ یہ اصطلاح دراصل ایسی صورت میں استعمال کی جاتی ہے اور اس چیز پر صادق آتی ہے جو اٹل ہو جس میں ڈگمگاہٹ کا ایک بھی پہلو نہ ہو۔

ذیل میں یقین کے مراتب کی وضاحت پیشِ نظر ہے:

---

6 محمود حسن نقشبندی، تحفۃ الصوفیہ، ضیا القران پبلشر، لاہور، س-ن، ص: ۲۹

7 سید رشید حسن، صوفی فکر کے حوالہ سے امام ربانی احمد سرہندی کے منہج کا تجزیاتی مطالعہ، تصوف ڈان، ترکی، ج: ۱۱، شمارہ: 1

8 الغزالی، ابو حامد، امام، احیا العلوم الدین (مترجم: مذاق العارفین)، دار الاشاعت، کراچی، س-ن، صفحہ: ۱۴۴

9 الحجر (۱۵) ۹۹

علم الیقین:

کسی چیز کا دلائل و براہین کے بعد جان لینا اور اس پر کسی بھی قسم کے تذبذب کا اندیشہ تک نہ رہ جانا در حقیقت علم الیقین ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص اس حقیقت کے متعلق کہ "آگ جلا دینے والی چیز ہے "یقین حاصل کر لے اور اس یقین کا مأخذ استدلال و برہانِ قوی ہو تو در حقیقت یہ علم الیقین کہلائے گا۔

قرآن کریم میں اس یقین کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے:

﴿ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ﴾[10]

"دیکھو اگر تم جانتے یعنی یقینی علم رکھتے تو غفلت میں نہ پڑتے"

مفسرین کے نزدیک علم الیقین استدلالی یقین ہے جیسے ایمان بالغیب وغیرہ۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ علم الیقین کو **مقامِ ولایت** قرار دیتے ہیں[11] کہ یہ علم اور پھر اس میں یقین اگر کسی کو در حقیقت حاصل ہو جائے تو پھر وہ مقامِ ولایت پر سرفراز ہوتا ہے یعنی یقین کا یہ پہلا مرتبہ دراصل جس کو حاصل ہو جائے اور جس کو بہت معمولی گردانا جاتا ہے یہی اگر حاصل ہو جائے تو انسان مقامِ ولایت کو پالیتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"حق تعالیٰ کی ذات میں علم الیقین ان آیات و نشانات کے شہود سے مراد ہے جو حق تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں اور ان آیات کے شہود کو سیر آفاقی کہتے ہیں لیکن ذاتی شہود اور حضور، سیر النفسی کے بغیر متصور نہیں اور وہ سالک کے لیے اپنے

---

[10] التکاثر (۱۰۲) ۵

[11] احمد سرہندی، شیخ، مکتوباتِ امام ربانی (مترجم: محمد سعید احمد نقشبندی)، مدینہ پبلشنگ کمپنی، ۱۹۷۰ء، ج:۱، مکتوب:۱۸

نفس میں ہوتا ہے اور جو کچھ اپنے باہر میں مشاہدہ کرتا ہے سب حق تعالیٰ کی ذات پر دلائل و آثار کے مشاہدہ کی قسم سے نہ کہ حق تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ ہے[12] "

قطب المحققین لکھتے ہیں کہ "

"سیر دو طرح کی ہے سیر مستطیل بُعد در بُعد ہے اور سیر مستدیر قرب در قرب ہے، یعنی مستدیر میں بندہ مقصود کو اپنے باہر تلاش کرتا ہے جبکہ مستدیر میں اپنے دل کے ارد گرد تلاش کرتا ہے"[13]

یعنی اس یقین کے مرتبے سے جو شہود حاصل ہوتا ہے وہ دراصل معرفتِ ربانی نہیں ہے بلکہ ربِ ذوالجلال اور مقصودِ برحق کا محض استدلال اور نشان کے ذریعے سے مشاہدہ ہے جس طرح آگ کا مشاہدہ دھوئیں اور تپش سے ہو جائے۔

یعنی یوں سمجھیے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک انسان کے نزدیک اور ہم جیسے ایک سیاہ کار کے نزدیک جو فنا کی آخری سیڑھی ہے اسے ابھی پہلا قدم قرار دیا ہے۔

یعنی مقصودِ کائنات کا ادراک محض استدلال سے ہی اس طرح ہو جانا کہ قلب اس پر کٹ جانے پر آمادہ ہو درحقیقت اس منزل کی شروعات ہے کہ جو معرفت کے لیے مطلوب ہے۔

عین الیقین:

آنکھ کا استدلالی یقین کا مشاہدہ کر لینا عین الیقین ہے اور یہ یقین کا دوسرا اہم مرتبہ ہے۔

یعنی کسی حقیقت اور شے سے متعلق آنکھ سے دیکھ کر اس کا مشاہدہ کر کہ جو یقین حاصل ہو گا وہ درحقیقت عین الیقین ہے، یوں سمجھیے کہ انسانی آنکھ سے کسی کو آگ میں جلتا ہوا دیکھ کر اس کی جلا دینے کی قوت پر جو یقین آئے گا وہ درحقیقت عین الیقین ہے۔

ارشادِ ربانی ہے کہ:

﴿لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ۙ [14] ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ﴾[15]

"تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے۔ پھر تم اسکو یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے"

پس مفسرین کے ہاں عین الیقین درحقیقت وہ یقین ہے کہ جو رویت و مشاہدہ سے حاصل ہو، آنکھ سے دیکھ لینا درحقیقت یقین کا نیز علم سب سے قوی و مضبوط درجہ ہے۔

حدیثِ مبارکہ ہے کی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ليس الخبر كالمعاينة

"شنیدہ دیدہ کی طرح نہیں ہوتا"[16]

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب میں عین الیقین سے متعلق لکھتے ہوئے واضح فرمایا ہے کہ:

"عین الیقین حق الیقین سے مراد ہے، یہ شہود سالک کے فنا کو مستلزم ہے اور اس شہود کے غلبہ میں اس کا نفس بالکل گم ہو جاتا ہے اور اس کے دیدۂ شہود میں اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا اور اس شہود میں فانی و مستغرق ہو جاتا ہے، یہ شہود اس طائفۂ علیہ کے نزدیک ادراک سے تعبیر کیا گیا ہے اور معرفت بھی اسی کو کہتے ہیں۔ اور عین الیقین علم الیقین کا حجاب ہے جس طرح

---

12 ایضاً، ج:۲، مکتوب:۷۷

13 ایضاً

14 التکاثر(۱۰۲)۶

15 التکاثر(۱۰۲)۷

16 احمد، امام، مسند امام احمد، حدیث نمبر:۲۴۴۷

علم الیقین عین الیقین کا حجاب ہے، اس شہود کی تحقیق کے وقت سر اسر حیرت ونادانی ہے، علم کی اس میں ہر گز گنجائش نہیں ہے"[17]

یعنی آپ واضح فرماتے ہیں کہ جہاں ہر علم کا اختتام ہے وہاں سے آگے معرفت کے دروازے کھلتے ہیں، معرفت علم سے بہت آگے کا مقام ہے، یہ کسی طور علم، استدلال اور براہین سے حاصل نہیں ہوتا۔

حق الیقین:

یقینِ انسانی جب فنا کی آخری منازل کی جانب پہنچتا ہے تو اسے حق الیقین کی منازل سے سرفراز کیا جاتا ہے۔

حق الیقین، یقین کے اس مرتبے کا نام ہے کہ جس میں آگ میں کود کر اس حقیقت تک آشنائی ملتی ہے کہ آگ واقعہ جلادینے والی چیز ہے، خود جل کر اس آگ میں اس جلادینے کی جو حقیقت معلوم ہو گی اور جو قوی یقین حاصل ہو گا وہی یقین دراصل حق الیقین اور مراتب الیقین کی سب سے وریٰ الوریٰ منزل و مرتبہ ہے۔

اس سے متعلق ارشادِ ربانی ہے کہ:

﴿فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيمٍ﴾[18]

"تو اس کے لئے کھولتے پانی کی ضیافت ہو گی"

﴿وَ تَصْلِيَةُ جَحِيمٍ﴾[19]

"اور جہنم میں داخل کیا جانا"

﴿إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ﴾[20]

"یہ بات واقعی یقینی ہے"

یعنی قرآن کریم میں حق الیقین کو اس انداز سے واضح فرمایا گیا ہے وہ دوزخ کہ جس کا کفار سے وعدہ ہے اور وہ جنت کہ جس کا مومنین سے وعدہ ہے وہ جب اس میں آپہنچے گے تو پھر جو ان کو اس چیز کی حقنیت کا علم ہو گا تو وہ یقین در حقیقت حق الیقین ہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ یقین در حقیقت مقام صدیقیت ہے[21]۔

آپ حق الیقین سے متعلق لکھتے ہیں کہ:

حق الیقین اللہ تعالیٰ کے شہود سے مراد ہے بعد اس کے کہ تعین دور ہو جائے اور میعین فانی اور نابود ہو جائے، لیکن یہ شہود حق تعالیٰ سے حق تعالیٰ کی طرف ہے کیونکہ

لا یحمل العطایا الملک الا مطایا

(بادشاہ کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں)

[17] احمد سرہندی، شیخ، مکتوباتِ امام ربانی (مترجم: محمد سعید احمد نقشبندی)، مدینہ پبلشنگ کمپنی، ۱۹۷۱ء، ج:۲، مکتوب:۲۷۷

[18] الواقعہ (۵۶) ۹۳

[19] الواقعہ (۵۶) ۹۴

[20] الواقعہ (۵۶) ۹۵

[21] احمد سرہندی، شیخ، مکتوباتِ امام ربانی (مترجم: محمد سعید احمد نقشبندی)، مدینہ پبلشنگ کمپنی، ۱۹۷۰ء، ج:۱، مکتوب:۱۸

اور یہ شہود (مقام) بقاباللہ میں جوبی یسمع اور بیبصر کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ اور کبھی سالک کو فنا سے مطلق کے ساتھ متحقق ہونے کے بعد جو ذات وصفات کی فنا ہے، حق تعالیٰ محض اپنی عنایت سے اپنے نزدیک سے ایک وجود عطا کرتا ہے اور سُکر حالی سے صحو اور افاقت یعنی ہوشیاری میں لے اتا ہے "[22]

المختصر اُحضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک علم الیقین سے مقامِ ولایت حاصل ہوتا ہے، عین الیقین کے مرتبہ پر پہنچنے سے مقامِ شہادت جبکہ حق الیقین کے مرتبہ پر پہنچنے سے مقامِ صدیقیت حاصل ہوتا ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

"مقامِ ولایت سے اوپر مقامِ شہادت ہے اور شہادت کے مقام کے بعد صدیقیت کا مقام ہے اور وہ فرق وتفاوت جو ان دو مقاموں کے درمیان ہے وہ اس سے زیادہ ہے کہ اسے کسی عبارت سے تعبیر کیا جاسکے اور اس سے بڑھ کر ہے کہ اس کی طرف اشارہ کیا جاسکے اور اس مقامِ صدیقیت سے اوپر کوئی مقام نہیں مگر مقامِ نبوت "[23]

عصری توجیحات:

حضرت مجد دالف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی یقین سے متعلق افکار کا دقیق مطالعہ ایک گہرے راز سے پردہ اٹھاتا ہے کہ جس پر حجاب صرف وصرف شخصی جہالت اور ذہنی پستی کی وجہ سے ہے کیونکہ ان اسرار ورموز سے پردہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آج سے ۵۰۰ سال پہلے چاک کر دیا ہے۔

یوں مراتب الیقین کو اگر صرف نظری مطالعہ سے گزارا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ علم الیقین کا مرتبہ تو تقریباً ہر صاحبِ علم کے پاس ہے اور عین الیقین پھر اس کے پاس ہوگا کہ جو فقر کے راستے پر چلا ہو اور حق الیقین کا مرتبہ ہی وہ واحد مرتبہ ہے کہ جس تک رسائی انسانہ پہنچ سے دور ہے اور یہ انسان کو انسانی لبادے سے نکال کر ایسا مقام عطا کرتا ہے کہ جس سے ظاہر فنا ہو کر بقا کی منزلیں طے کرتا ہے۔

لیکن امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حجاب کو چاک کیا اور فرمایا کہ جو علم الیقین ہے یہ مرتبہ اگر کسی کو مل جائے اور اس تک کسی کی رسائی اگر ہو جائے تو پھر اس کو مقامِ ولایت ملتا ہے یعنی وہ پھر اولیاء کی صفوں میں پہنچتا ہے۔

بن دیکھے دلیلِ قطعی سے دل منور اگر ہو جائے تو خدا مقامِ ولایت عطا فرماتا ہے اور پھر اس حجاب کے اٹھنے کے بعد عین الیقین بطورِ تحفہ اس پر منکشف ہوتا ہے، یعنی اس کی آنکھوں کو مشاہدہ کے لطف سے بہرہ ور کیا جاتا ہے اور مشاہدہ جب انتہاؤں کو پہنچتا ہے تو حق الیقین عطا ہوتا ہے جو مقامِ صدیقیت ہے اس سے آگے کوئی اور مقام نہیں (مگر مقامِ نبوت کہ بندے کی اس تک رسائی نہیں)، یعنی انسان کے مراتب میں یہ مرتبہ سب سے جدا اور وری الوریٰ ہے۔

موجودہ دور میں اگر اپنے عمل وکردار کا محاسبہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم جس چیز پر متفخر ہیں کہ ہمارے پاس بذریعہ استدلال وسیع علم ہے نیز علم سے، دلائلِ قطعی سے ہم نے ذاتِ الٰہی، شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادراک ویقین حاصل کر لیا ہے، تمام اعتقادات کی معرفت ہمیں ہے اور ان سب پر ہمارا یقین مستحکم ہے، لیکن محاسبہ اس بات کا شاہد ہے کہ ہمارا یقین آج جس مقام پر ہے اور یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ مراتب الیقین تک رسائی تو کجا ہم محض لفظِ یقین تک نہیں پہنچ پائے ہیں۔

اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر فقط اس چیز پر ہی کہ ایک دن قیامت واقع ہونی ہے، ہر ذی روح نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے، ہمارا یقین اگر بحال ہو، کامل ہو تو کیا ہمارے اعمال نہ نہج یہ ہو جو آج ہے؟ ملک الموت نے روح قبض کرنی ہے اور من ومٹی تلے تمام اختیارات وتعلقات کے باوجود بے یارو مددگار جاتا ہے تو کیا ہمارا کردار یہ ہوتا جو آج ہے؟

لہٰذا اس امر کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ علم آجانا عمل کی نشانی نہیں ہے یا علم یقین کو مستلزم نہیں ہے، ہم نے قرآن کا علم حاصل کیا ہے محض اور وہ بھی لفظی، اس کی روح تک نہیں پہنچتے ہم۔ اگر کچھ جان بھی چکے ہیں تو یقین کی وادیاں منتشر ہی ہیں، اعمال سے کنارہ کش، کردار سے انجان۔۔۔

یقین دولتِ اخروی وروحانی ہے، یقین اگر ہو تو استدلال سے ہو لیکن جب یہ پختہ ہو جائے تو استدلال بے معنی ہو جاتے ہیں، سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ دلائل تو محض ایک آسرا ہیں کہ جانبِ حق کہیں انسان بس چل پڑے، یقین کا یہ پہلا مرتبہ حاصل کرنا ہی ممکن نہیں ہی کیونکہ مقامِ ولایت سے ہر کوئی سرفراز نہیں

---

[22] ایضاً، ج:۲، مکتوب:۷۷

[23] ایضاً، ج:۱، مکتوب:۱۸

ہوتا، ہم اگر اس جانب آنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ یقین کہ حقیقی مفہوم کو سمجھیں، یہ جان لیں کہ یہ مقام تبھی ملتے ہیں کہ جب اپنی ہستی کو فنا کرنا ہے، علم حاصل کر کہ جب لاعلم ہونا ہے تبھی یقین کی گتھیاں سلجھنی ہیں تبھی رویوں میں استقامت آنی ہے، اسی وقت یہ سمجھ آنی ہے کہ سمندروں سے راستے کیسے نکلتے ہیں، ماں کہ پیٹ میں قرآن کیسے حفظ ہوتا ہے۔

تجاویز و سفارشات:

مراتب الیقین یہ تصوف کا وہ موضوع ہیں کہ اس کا مطالعہ قلوب کی تسخیر، کردار کی اصلاح اور عمل کے بنجر کھیت کی سیرابی کا ایک اہم ذریعہ ہیں، ذیل میں چند تجاویز و سفارشات پیشِ نظر ہیں کہ جن کے ذریعے سے نہ صرف اس کی مقصدیت کی وضاحت ہو گی بلکہ مزید وسعتوں کا بھی اظہار ممکن ہو گا:

1) تصوف سے متعلق دقائق کو عصرِ حاضر کے آئینے میں جانچا جائے تاکہ عصری مسائل اور ان کے حل کا ایک واضح رستہ مہیا ہو جائے۔

2) عمل و کردار کا صحیح جانب مائل ہونا نہ صرف دنیاوی فلاح کے لیے اہم ہے بلکہ فنافی اللہ کی منزل کی جانب پہلا قدم بھی ہے لہذا اس کی اصلاح اسی وقت ممکن ہے جب اس کو درست سمت میں لیجایا جائے گا اور سمت کا تعین اولیا و صوفیا کے کردار کے مطالعہ سے ہی ممکن ہے کیونکہ یہی رسول اللہ ﷺ کے عمل و کردار کو درست طریقے سے اور بلکل اصل سے مطابقت کے ساتھ اپنائے ہوئے ہیں۔

3) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب جدید دور میں اصلاح کا ایک انمول ذریعہ ہیں لہذا آپ کی کتب کو جدید دور کے تقاضوں اور ضروریات کے حوالے سے نیز موجودہ دور میں کہ اعتقادِ اصلی جہاں ملنا ناپید ہو چکا ہے آپ کی کتب و فرامین کے ذریعے سے اس کی سیرابی ممکن ہے لہذا ان کا دقیق تجزیہ کیا جائے تاکہ عصری ضروریات کو پورا کرنے میں مدد ملے۔